مبادیاتِ عقیدہ توحید

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مِنہاجُ القرآن پبلیکیشنز

365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون: 5168514، 3-5169111

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، فون: 7237695

www.Minhaj.org - www.Minhaj.biz

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَولَایَ صَلِّ وَ سَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

دَعَا اِلَی اللهِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِهٖ

مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیرِ مُنْفَصِمِ

﴿ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ ﴾

منہاج انٹرنیٹ بیورو کی پیشکش
www.MinhajBooks.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	**مبادیاتِ عقیدۂ توحید**
خطبات و دراسات	:	**شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری**
ترتیب و تدوین	:	ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری
تحقیق و تخریج	:	محمد تاج الدین کالامی، محمد عمر حیات الحسینی
زیرِ اہتمام	:	فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ Research.com.pk
مطبع	:	منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور
اِشاعتِ اَوّل	:	اکتوبر 2006ء
تعداد	:	1,100
قیمت اِمپورٹڈ کاغذ	:	45/- روپے

❁ ❁ ❁

نوٹ: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی تمام تصانیف اور خطبات و لیکچرز کے آڈیو، ویڈیو کیسٹس، CDs اور DVDs سے حاصل ہونے والی جملہ آمدنی اُن کی طرف سے ہمیشہ کے لیے **تحریکِ منہاجُ القرآن** کے لیے وقف ہے۔

(ڈائریکٹر منہاجُ القرآن پبلی کیشنز)

sales@minhaj.biz

فہرس

مشتملات	صفحہ
باب اوّل	
توحید اور تصورِ شرک کی بنیادی توضیحات	۷
توحید کا لغوی معنی	۱۰
توحید کا شرعی و اصطلاحی مفہوم	۱۰
شرک کا لُغوی معنی	۲۰
شرک کا شرعی اور اصطلاحی مفہوم	۲۱
اُمتِ مسلمہ شرک سے محفوظ ہے	۲۲
توحید و شرک کے باب میں چند اہم نکات	۲۳
باب دُوُم	
توحید اور شرک کی متقابل اقسام	۳۵
توحید کی اقسام	۳۷
شرک کی اقسام	۴۲

مشتملات	صفحہ
ثبوتِ شرک کے لئے نفئ توحید کی بالصراحت ضرورت ہوتی ہے	۴۶
مبادیاتِ الٰہیات کو بغور سمجھنے کی ضرورت ہے	۴۸
تضاد کے تعیّن کا منہاج	۴۸
توحید اور شرک کے تعیّن کا منہاج	۴۹
۱۔ تعین	۴۹
۲۔ تضمن	۴۹
۳۔ حدودِ صحت	۴۹
۴۔ اِمتیاز	۵۰
توحید اور شرک میں بُعد المشرقین	۵۱
مآخذ و مراجع	۵۵

باب اَوّل

توحید

اور

تصورِ شرک کی بنیادی توضیحات

www.MinhajBooks.com

اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے شمار شکر ہے جس نے اپنے بے پایاں فضل و کرم سے ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ عقیدہ توحید اور ردِّ شرک کے باب میں شکوک وشبہات اور پیدا کردہ اُلجھنوں کا حل پیش کرنے کی خدمت بجا لاسکیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى ذَالِکَ حَمْدًا کَثِيْرًا، وَصَلَّى اللهُ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ.

دینِ اسلام میں عقیدۂ توحید پہلا اور بنیادی رکن ہے۔ اسلامی نظریۂ حیات اسی تصور کو انسان کے رگ و پے میں اتارنے اور اس کے قلب و باطن میں جاگزیں کرنے سے متحقق ہوتا ہے۔ تصورِ توحید کی اساس تمام معبودانِ باطلہ کی نفی اور ایک خدائے لم یزل کے اثبات پر ہے۔ عقیدۂ توحید پر ہی ملتِ اسلامیہ کے قیام، بقا اور ارتقاء کا انحصار ہے۔ یہی توحید امتِ مسلمہ کی قوت اور تمکنت کا سرچشمہ اور اسلامی معاشرے کی روح رواں ہے۔ یہ توحید ہی تھی جس نے ملتِ اسلامیہ کو ایک لڑی میں پرو کر ناقابلِ تسخیر قوت بنا دیا تھا۔ یہی توحید سلطان و میر کی قوت و شوکت اور مردِ فقیر کی ہیبت و سطوت تھی۔ اس دورِ زوال میں ضرورت اس امر کی ہے کہ وہ ملتِ اسلامیہ جو سوزِ دروں سے خالی ہو چکی ہے اس کے دل میں عقیدۂ توحید کا صحیح تصور قرآن و سنت کی روشنی میں ازسرِ نو اجاگر کیا جائے۔ تاکہ مردِ مومن پھر لَا اور اِلَّا کی تیغِ دو دم سے مسلح ہو کر ہر باطل استعماری قوت کا مقابلہ کر سکے۔ بقول اقبالؒ:

تا دو تیغِ لا و الاّ داشتیم ما سِوَ اللّٰہ را نشان نگذاشتیم

”نفی و اثبات کی تلوار جب تک ہمارے ہاتھ میں تھی ہم نے ما سو اللہ یعنی اللہ کے سوا ہر غیر اور باطل کا نام ونشان تک مٹا دیا تھا۔“

الغرض عقیدۂ توحید دینِ اسلام کی اساس اور بنیاد ہے، اِس کی صحت کے بغیر انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت اور حضور نبی اکرم ﷺ کی سچی محبت اور شفاعت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ توحید تمام عقائد کی جڑ اور اصل الاصول ہے اور اعمالِ صالحہ دین کی فرع ہیں۔ درخت کی بقا فروع سے نہیں اصل سے ہوتی ہے۔ شاخوں اور پتوں سے درخت قائم نہیں رہتا۔ جس طرح دل و دماغ انسان کی اصل ہے اور آنکھ، ناک، کان، زبان، ہاتھ اور پاؤں فروع ہیں اِسی طرح دین اِسلام کی اصل عقائد ہیں اور اعمالِ صالحہ اس کی شاخیں ہیں۔ دین اِسلام کا پہلا اور بنیادی رکن توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفاتِ اُلوھیت اور کمالاتِ حقیقیہ سے متصف ہے اور اپنی اُن صفات و کمالات میں یکتا اور واحد و لاشریک ہے۔

توحید کا لغوی معنی

توحید 'وحدت' سے بنا ہے جس کا معنی ہے: ایک کو ماننا اور ایک سے زیادہ ماننے سے انکار کرنا۔ ائمہ لغت نے توحید کی تعریف اس طرح کی ہے:

التوحيد تفعيل من الوحدة، وهو جعل الشيء واحداً، والمقصود بتوحيد الله تعالى اعتقاد أنه تعالى واحد في ذاته وفي صفاته وفي أفعاله، فلا يشاركه فيها أحد ولا يشبهه فيها أحد.

''توحید 'الوحدۃ' سے باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس سے مراد کسی چیز کو ایک قرار دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید سے مراد ہے اس چیز کا اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں واحد و یکتا ہے ان میں اس کا کوئی شریک ہے نہ کوئی اس کا مشابہ۔''

توحید کا شرعی و اصطلاحی مفہوم

شریعت کی اصطلاح میں یہ عقیدہ رکھنا توحید ہے کہ'' اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور جملہ اوصاف و کمالات میں یکتا و بے مثال ہے، اس کا کوئی ساجھی یا شریک

نہیں، کوئی اس کا ہم پلہ یا ہم مرتبہ نہیں۔‘‘

۱۔ امام ابو جعفر الطحاویؒ (۳۲۱ھ) عقیدۂ توحید کی تشریح کرتے ہوئے اس کے شرعی واصطلاحی مفہوم کو درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

نقول فی توحید اللہ معتقدین بتوفیق اللہ: اِن اللہ وَاحِدٌ لا شریک لہٗ. ولا شيئ مثلہٗ ولا شيئ یعجزہٗ، ولا الٰہ غیرہٗ، قدیم بلا اِبتداءٍ، دائم بلا انتھاءٍ. لا یفنی ولا یبید. ولا یکون إلا ما یرید. لا تبلغہٗ الأوھام ولا تدرکہٗ الأفھام. ولا یشبھہٗ الأنام، حَيّ لا یموت، قیوم لا ینام. خالق بلا حاجۃ. رازق بلا مئونۃ، ممیت بلا مخافۃٍ، باعث بلا مشقۃٍ. مازال بصفاتہٖ قدیمًا قبل خلقہ لم یزدد بکونھم شیئًا لم یکن قبلھم من صفتہٖ. وکما کان بصفاتہٖ ازلیاً کذالک لا یزال علیھا أبدیًا، لیس بعد خلقِ الخلق استفادَ اِسم الخالق، ولا بأحداثہٖ البریۃ استفاد اِسم الباریٔ. لہٗ معنٰی الربوبیۃ ولا مربوب، و معنی الخالق ولا مخلوق. وکما انہٗ محی الموتٰی بعد ما احیا استحق ھذا الإسم قبل احیائھم کذالک استحق اسم الخالق قبل انشائھم. ذالک بأنہٗ علی کل شيءٍ قدیر، وکل شيءٍ إلیہ فقیرہ، وکل أمر عَلیہ یسیر لا یحتاج إلٰی شيءٍ، لیس کمثلہ شيئ وھو السمیع البصیر. خلق الخلق بعلمہٖ وقدر لھم اقدارًا وضرب لھم اٰجالاً. ولم یخف علیہ شیء قبل أن یخلقھم. وعلم ما ھم عاملونَ قبل أن یخلقھم. وأمرھم بطاعتہ ونھاھم عن معصیتہ. وکل شیءٍ یجری بتقدیرہٖ ومشیئتہٖ، و مشیئتہ تنفذ. لا مشیئۃ للعباد اِلاَّ مَا شاءَ لھم، فما شاء لھم کان وما لم یشأ لم یکن. یھدی من یشآءُ

ویعصم ویعافی فضلًا، ویضل من یشآءُ ویخذلُ ویبتلی عدلاً. وکلهم یتقلبون فی مشیئتهٖ بین فضلهٖ وعدلهٖ. وهو متعال عن الأضدادِ والانداد، لارادّ لقضاءِهٖ ولا معقب لحکمهٖ ولا غالب لامرهٖ. اٰمنا بذالک کلهٗ وایقنا ان کلا من عندهٖ۔[1]

’’ہم اللہ رب العزت کی توحید پر اعتقاد رکھتے ہوئے اُسی کی توفیق سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا و یگانہ ہے اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، کوئی شے اُس کی مثل نہیں اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو کمزور اور عاجز نہیں کرسکتی، اُس کے سواء کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ وہ قدیم ہے جس کے وجود کے لئے کوئی ابتداء نہیں، وہ زندۂ جاوید ہے جس کے وجود کے لئے کوئی انتہاء نہیں۔ اُس کی ذات کو فنا اور زوال نہیں۔ اُس کے ارادہ کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔ اُس کی حقیقت فکرِ اِنسانی کی رسائی سے بلند ہے اور اِنسانی عقل وفہم اُس کے ادراک سے قاصر ہے۔ اس کی مخلوق کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں ہے۔ وہ ازل سے زندہ ہے جس پر کبھی موت وارد نہیں ہوگی اور ہمیشہ سے قائم رہنے والا ہے جو نیند سے پاک ہے۔ وہ بغیر کسی حاجت کے خالق ہے، وہ بغیر کسی محنت کے رازق ہے۔ بغیر کسی خوف وخطر کے وہ موت دینے والا ہے۔ وہ بغیر کسی مشقت کے دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل ہی اپنی صفاتِ کاملہ سے متصف تھا۔ اُس نے مخلوق کے وجود سے کوئی ایسی صفت حاصل نہیں کی جو اُسے پہلے سے حاصل نہ تھی۔ جس طرح ازل میں وہ صفاتِ اُلوہیت سے متصف تھا اُسی طرح ابد تک بلاکم و کاست اِن سے متصف رہے گا۔ اُس نے اپنے لئے خالق اور باری کا نام مخلوقات اور کائنات کی پیدائش کے بعد حاصل نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کو ربوبیت کی صفت اُس وقت بھی حاصل تھی جب کوئی مربوب یعنی پرورش پانے والا نہ تھا اور اُسے خالق کی صفت اُس وقت بھی

(۱) ابو جعفر الطحاوی، العقیدة الطحاویة: ۹۔۱۱

حاصل تھی جب کسی مخلوق کا وجود ہی نہ تھا۔ جس طرح وہ مُردوں کو زندہ کرنے والا انہیں زندہ کرنے کے بعد کہلایا حالانکہ وہ انہیں زندہ کرنے سے پہلے بھی اِس نام کا مستحق تھا اِسی طرح مخلوق کی ایجاد سے پہلے بھی وہ خالق کے نام کا مستحق تھا۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، ہر چیز اُس کی محتاج ہے، ہر امر کا کرنا اس پر آسان ہے اور وہ خود کسی کا محتاج نہیں، اُس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے اور وہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔ اُس نے مخلوق کو اپنے علم کے مطابق پیدا کیا ہے، اُس نے مخلوق کے لئے ہر ضروری چیز کا اندازہ اور مقدار پہلے سے مقرر اور متعین کر دی ہے اور اُس نے اُن کی موت کے اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بھی اُس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں تھی، اُسے ان کی تخلیق سے قبل ہی علم تھا کہ یہ لوگ (پیدا ہونے کے بعد) کیا کریں گے۔ اُس نے انہیں اپنی اطاعت کا حکم دیا اور اپنی نافرمانی و سرکشی سے منع کیا۔ ہر چیز اُس کی مشیت اور تقدیر کے مطابق چلتی ہے اور اسی کی مشیت و ارادہ نافذ ہوتا ہے۔ بندوں کی (اپنی) کوئی مشیت و ارادہ نہیں ہوتا مگر جو وہ ان کے لئے چاہے پس جو وہ ان کے لئے چاہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے نہیں ہوتا۔ وہ جسے چاہے اپنے فضل سے ہدایت کی توفیق دیتا ہے، نافرمانی سے بچاتا ہے اور معاف کرتا ہے، اور وہ جسے چاہے اپنے عدل کی بناء پر گمراہ کرتا ہے، رسوا ٹھہراتا ہے اور عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ تمام لوگ اُس کی مشیت کے اندر اُس کے فضل اور عدل کے درمیان گردش کرتے رہتے ہیں۔ نہ کوئی اُس کا مدِّ مقابل ہے اور نہ کوئی شریک۔ اُس کے فیصلہ کو کوئی رد کرنے والا نہیں، اُس کے حکم کے آگے کوئی پس و پیش کرنے والا نہیں اور کوئی اس کے امر پر غالب آنے والا نہیں۔ ہم اِن تمام باتوں پر ایمان لا چکے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ اُس کی طرف سے ہے۔‘‘

۲۔ امام ابوالحسن الأشعریؒ (۳۲۴ھ) توحید کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

المتفرد بالتوحيد، المتَمَجِّد بالتمجيد، الذي لا تَبْلُغُه صفاتُ العبيد، وليس له مثل ولا نَديد، وهو المبدي المعيد، الفعَّالُ لما يريد، جلَّ عن اتخاذ الصاحبة والأبناء، و تقدس عن ملامسة النساء، فليست له عَثَرةٌ تُقال، ولا حَدٌّ يُضرَب له فيه المثالُ، لم يَزَل بصفاته أولًا قديرًا، ولا يَزَال عالمًا خبيرًا، سبق الأشياء عِلْمُهُ، و نفذت فيها إرادتهُ، ولم تعزُب عنه خفيَّات الأمور، ولم تغيّره سوالفُ صروف الدهور، وَلَمْ يَلْحَقْه في خَلقِ شيءٍ مما خلق كَلال ولا تعبٌ، وَلا مَسَّهُ لُغوبٌ ولا نَصَبٌ، خَلَقَ الأشياءَ بقدرته، و دبَّرها بمشيئته، وقهرها بجبروته، وذلّلها بعزته، فذلَّ لعظمته المتكبِّرون، واستكان لعز ربوبيته المتعظِّمون، وانقطع دون الرسوخ في علمه الممترون، و ذلَّت له الرقاب، و حارت في ملكوته فِطَنُ ذوي الألباب، وقامت بكلمته السمٰوات السبع، واستقرت الأرض المهاد، وثبتت الجبال الرواسي، وجرت الرياحُ اللواقحُ، وسار في جو السماء السحابُ، وقامت على حدودها البحارُ، وهو الله الواحد القهَّار يخضعُ له المتعزّزون، و يخشع له المترفِّعون، ويدين طوعًا و كرهًا له العالمون۔[1]

’’اللہ تبارک وتعالیٰ وہ ذات ہے جو توحید کے اعتبار سے یکتا ہے، تمجید کے اعتبار سے قابلِ تعریف ہے، اس ذات کو بندوں کی صفات نہیں پا سکتیں، اس کا کوئی مثل اور نظیر نہیں، وہی ہر چیز کی ابتداء کرنے والا ہے اور اس کو اصل حالت پر

(۱) ابو الحسن الاشعری، الابانة عن أصول الديانة: ۷

لوٹانے والا ہے، وہ جو ارادہ فرمائے اسے کر دینے والا ہے، وہ بیوی اور بیٹے رکھنے سے بلند و برتر ہے، وہ عورتوں کے میل ملاپ سے پاک ہے، اس کی کوئی ایسی لغزش نہیں جسے ختم کیا جا سکے (یعنی اس کے تمام افعال لغزشوں سے پاک ہیں) اور نہ ہی اس کی کوئی ایسی حد ہے جس کی مثال دی جا سکے، وہ اپنی صفات کے ساتھ اوّل سے ہی قادر ہے، وہ ہمیشہ عالم اور خبیر رہا ہے، اس کا علم کل اشیاء سے پہلے ہے اور اس کا ارادہ اُن میں نافذ ہے، پوشیدہ امور میں سے کچھ بھی اس سے مخفی نہیں، گردشِ زمانہ نے ان میں کچھ تغیر نہیں کیا، کسی چیز کو بھی تخلیق کرنے میں اسے مشقت اور تھکان نہیں ہوئی، نہ ہی اسے کوئی کمزوری اور تکلیف پہنچی، اس نے تمام اشیاء کو اپنی قدرت سے تخلیق کیا، اپنی مشیت سے ان کی تدبیر کی، اپنی طاقت سے ان پر غالب رہا۔ اپنی قوت سے ان کو تابع کیا، پس متکبرین اس کی عظمت کے سامنے جھک گئے، اس کی ربوبیت کی عزت کے سامنے بڑے بڑے عاجز ہوئے، اس کے علمِ راسخ کے آگے شک کرنے والے ختم ہوگئے، اس کے لئے گردنیں خم ہوگئیں، عقلمندوں کی عقل و دانش اس کی بادشاہی میں متحیر ہوگئیں، اس کے کلمہ کے سبب ساتوں آسمان قائم ہوئے، فرشِ زمین نے قرار پایا، بلند و بالا پہاڑ وجود میں آئے، آندھیاں چلیں، آسمانی فضا میں بادل چلنے لگے، سمندر اپنی حدود میں قائم ہوئے، وہی اللہ واحد و یکتا ہے، زبردست ہے جس کے سامنے طاقتور جھکتے اور بلند رتبہ رکھنے والے انکساری کرتے ہیں اور عالم طوعاً و کرہاً (پسند و ناپسند سے) اس کی اطاعت اختیار کرتے ہیں۔‘‘

۳۔ امام غزالی (م ۵۰۵ھ) عقیدۂ توحید کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

إنه في ذاته واحدٌ لا شريکَ لهٗ، فَردٌ لا مَثِيلَ له، صَمَدٌ لا ضِدَّ له، منفرد لا نِدَّ له، وأنه واحدٌ قديمٌ لا أوَّلَ لهُ، أزليٌّ لا بِدايَةَ له، مُسْتَمِرُّ الوجُود لا آخرَ له، أبَديٌّ لا نِهايَةَ له، قَيُّومٌ لا انقِطَاعَ له،

دَائِمٌ لا انصِرامَ له، لم يزل موصوفًا بنعُوت الجلال، لا يُقْضَى عليه بالانقِضَاء، والانْفِصَال، بتَصَرُّم الآباد وانقِرَاض الآجال، بل هو الأوَّلُ والآخِرُ، والظاهِرُ والباطنُ، وهو بكل شيء عَلِيمٌ.

التنزيه:

وأنه ليس بِجِسْمٍ مُصَوَّر، ولا جَوُهَر محدود مقدر، و أنه لا يُماثِل الأجسامَ، لا في التقدير ولا في قبول الانقِسام، و أنه ليس بجوهر ولا تَحلُّه الجواهرُ، ولا بِعَرَضٍ ولا تحله الأعراضُ، بل لا يُماثِلُ موجُوْدًا ولا يماثله موجودٌ، ليس كمثله شيءٌ ولا هو مِثْلُ شيءٍ، و أنه لا يحده المقدارُ، ولا تَحْوِيه الأقطارُ، ولا تُحِيْطُ به الجِهاتُ، ولا تَكتَنِفُه الأرضُوْن ولا السمواتُ، و أنه مُستَوى على العرش على الوجه الذي قَالَه، وبالمعنى الذي أرادَهُ، استواءً منزها عن المُمَاسَّة والاستِقْرَار، والتَّمَكُّن والْحُلُول والانتِقَال، لا يَحملُه العَرشُ، بل العرشُ و حَمْلتُه مَحمُولُون بِلُطف قُدرتِه، و مَقهُورون في قبضته، وهو فوقَ العرش والسَّماءِ، وفوقَ كُلِّ شيءٍ إلى تَخُومِ الثَّرَى، فَوقيةٌ لا تزيده قُرُبًا إلى العرشِ والسماءِ، كما لا تزيده بُعدًا عن الأرض والثرى، بل هو رَفِيعُ الدرجات عن العرش والسماء، كما أنه رَفِيعُ الدرجات عن الأرض والثرى، وهو مع ذلك قَرِيبٌ من كل مَوْجُوْدٍ، وهو أقربُ إلى العبد من حَبْلِ الْوَرِيْدِ، وهو على كُلِّ شَيءٍ شَهِيْدٌ، إذا لا يماثل قُربُه قُربَ الأجسام، كما لا تُماثِل ذَاتُهُ ذاتَ الأَجُسام، و أنه لا يَحُلُّ في شيءٍ ولا يَحُلُّ فيه شيءٌ، تَعالَى عن أن يَحْوِيه مكانٌ، كما تَقَدَّس

عن أن يَحُدَّه زمانٌ، بل كان قَبْلَ أن خُلِقَ الزمانُ والمكانُ، وهو الآن على ما عَلَيه كَانَ، و أنه بائِنٌ عن خَلْقِه بصفاته، ليس في ذاته سِوَاه، ولا في سِوَاه ذاتُه، و أنه مُقَدَّسٌ عن التَّغْيِيْرِ والانتقال، لا تُحِلُّه الحوادثُ، ولا تَعْتَرِيه العَوَارِضُ، بل لا يزال في نُعُوْتِ جلاله مُنَزَّهًا عن الزوال، و في صفات كَمَالِهِ مُسْتَغْنِياً عن زيادة الاستكمال، و أنه في ذاته معلومُ الوجود بالعقول، مَرئِي الذات بالأبصار، نِعمَةً منه وَلُطفًا بالأبرار في دارِ القَرار، واتماما منه للنَّعِيمِ بالنظر إلى وَجْهِهِ الكريم۔ (۱)

’’بے شک اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں، یکتا ہے جس کی مثل کوئی نہیں، بے نیاز ہے جس کی ضد نہیں، منفرد ہے جس کی مانند کوئی نہیں، وہ ایسا واحد اور قدیم ہے جس کا اوّل کوئی نہیں، وہ ازل سے ہے جس کی کوئی ابتداء نہیں، اس کا وجود ہمیشہ باقی رہنے والا ہے جس کا کوئی آخر نہیں، وہ ابدی ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں، ہمیشہ قائم اور باقی رہنے والا ہے جس میں کوئی انقطاع نہیں، وہ جلالت کی صفت سے متصف رہا ہے، مدتوں کے خاتمہ اور زمانوں کی ہلاکت کے باعث اس فنائیت اور انجام کے سبب اس کے خلاف فیصلہ نہیں ہوسکتا، بلکہ وہی اوّل ہے، وہی آخر ہے، وہی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے، وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

ہر عیب اور نقص سے پاک ذات

بیشک وہ کوئی جسم نہیں جس کی تصویر کشی کی جائے (وہ جسم سے پاک ہے)، نہ ہی وہ محدود جوہر ہے، جس کا اندازہ کیا جاسکے۔ وہ اجسام سے مماثلت نہیں رکھتا نہ ہی مقدار میں اور نہ ہی قبولِ تقسیم میں، وہ جوہر نہیں ہے اور نہ ہی جواہر

(۱) غزالی، قواعد العقائد: ۵۰۔۵۴

اس میں حلول کر سکتے ہیں۔ اور وہ عرض نہیں ہے نہ ہی اعراض اس میں حلول کر سکتے ہیں (وہ جوہر و عرض سے پاک ہے)، بلکہ وہ کسی موجود کے مماثل نہیں ہوسکتا اور نہ ہی کوئی موجود اس کے مماثل ہوسکتا ہے۔ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز کے مثل ہے، مقدار اس کی حدبندی نہیں کر سکتی، اطراف اسے سمیٹ نہیں سکتے، جہات اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں، سب آسمان اور زمینیں اس کو گھیر نہیں سکتے (وہ مکان و جہت سے پاک ہے)، وہ اسی طرح اپنے عرش پر مستوی ہے جیسا اس نے فرمایا، اس معنی کے ساتھ جس کا اس نے ارادہ کیا، اس کا یہ استواء فرمانا چھونے سے، قرار پکڑنے سے، تمکن وحلول اور انتقال سے منزہ ہے، عرش اس کو نہیں اٹھاتا، بلکہ عرش اور اس کو اٹھانے والے اس کی لطفِ قدرت کے سبب اٹھے ہوئے ہیں اور اس کے قبضۂ قدرت میں بے بس ہیں، وہ عرش و سماء سے بلند ہے اور تحت الثریٰ تک ہر چیز پر فوق اور برتر ہے، یہ بلندی اس کے عرش اور آسمان تک کے قرب میں کچھ اضافہ نہیں کرتی جس طرح کہ وہ زمین و پاتال تک سے اُسے دور نہیں کرتی۔ بلکہ وہ عرش وسماء سے بلند مرتبہ ہے جس طرح کہ وہ زمین و ثریٰ سے بلند مرتبہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ ہر موجود سے قریب ہے، وہ بندے کی شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، وہ ہر چیز پر نگہبان ہے، کیونکہ اس کا قرب اجسام کے قرب جیسا نہیں ہے جس طرح کہ اس کی ذات اجسام کی ذاتوں جیسی نہیں ہے، بے شک وہ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور نہ کوئی چیز اس میں حلول کر سکتی ہے وہ اس سے بلند ہے کہ مکان اسے گھیر سکے، جس طرح وہ اس سے پاک ہے کہ زمانہ اس کا احاطہ کر سکے، بلکہ وہ زمان و مکان کی تخلیق سے پہلے تھا، وہ اب بھی اپنی اسی ازلی صفت پر قائم ہے، وہ اپنی مخلوق سے اپنی صفات کے اعتبار سے جدا ہے، اس کی ذات میں اس کے علاوہ کوئی نہیں اور نہ اس کے غیر میں اس کی ذات ہے، وہ تغیر و انتقال سے پاک ہے، حوادث اس میں داخل اور عوارض اس کو لاحق نہیں ہوسکتے، بلکہ وہ اپنی صفاتِ جلال میں پاک رہے گا اور

اپنی کمال کی صفات میں وہ قبولِ اضافہ سے مستغنی ہے، عقل و دانش کے سبب وہ اپنی ذات میں وجودِ معلوم ہے، آنکھوں سے دکھائی دینے والی ذات ہے، دارِ آخرت میں یہ اس کی طرف سے نعمت اور نیکوکاروں کے لئے انعام ہوگا اور اس کی طرف سے اس نعمت کا اتمام و کمال اس کے حسین و جمیل چہرے کی زیارت پر ہوگا۔‘‘

۴۔ امام عمر بن محمد النسفی (۵۳۷ھ) مفہومِ توحید کے بیان میں لکھتے ہیں:

والمحدِث للعالم هو الله تعالى الواحد القديم الحيُّ القادر العليم السميع البصير الشائي المريد ليس بعرض، ولا جسم، ولا جوهر ولا مصوَّر، ولا محدود، ولا معدود، ولا متبعِّض، ولا متجزّ، ولا متركب، ولا متناه، ولا يُوصف بالمَاهية، ولا بالكيفية، ولا يتمكن في مكان، ولا يجري عليه زمان ولا يشبهه شيء، ولا يخرج عن علمه و قدرته شيء.

وله صفات أزلية قائمة بذاته وهي لا هو ولا غيره۔(۱)

’’عالم کو سب سے پہلے وجود عطا کرنے والی ذات اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہے، جو کہ واحد ہے، قدیم ہے، ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، قدرت رکھنے والا ہے، جاننے والا ہے، سننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، چاہنے والا ہے، ارادہ کرنے والا ہے، وہ عرض نہیں ہے نہ جسم، نہ جوہر ہے نہ اسکی شکل و صورت، نہ محدود ہے نہ معدود (جس کو شمار کیا جا سکے)، نہ حصوں کی شکل میں ہے نہ جزء کی صورت میں، نہ مرکب ہے نہ متناہی، نہ اسے ماہیت کے ساتھ بیان کیا جا سکتا ہے نہ ہی کیفیت کے ساتھ، وہ نہ کسی مکان میں متمکن ہے نہ ہی کوئی زمانہ اس پر جاری ہے، کوئی چیز بھی اس سے مشابہت نہیں رکھتی، اور کوئی چیز بھی اس کی قدرت

(۱) نسفی، العقيدة النسفية: ۲

اور اس کے علم سے خارج نہیں (ہر چیز اس کے احاطے میں ہے لیکن اس کی ذات ہر چیز سے ماورا ہے)۔

’’اس کی صفات ازلی ہیں جو اس کی ذات سے قائم ہیں اور یہ صفات نہ ہی وہ (ذاتِ باری تعالیٰ) ہے اور نہ ہی اس کا غیر ہیں۔‘‘

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے متعلق منقول ہے کہ ان کے سامنے کسی شخص کے زُہد و تقویٰ کی تعریف اِن الفاظ میں کی گئی کہ ’’وہ جانتا تک نہیں ہے کہ گناہ کیا ہے‘‘ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’ایسے آدمی کے گناہ میں مبتلا ہونے کا امکان بہت زیادہ ہے۔‘‘

چنانچہ ’’تُعرَفُ الأشياء بأضدادها‘‘ (یعنی اشیاء کی صحیح معرفت اُن کی اضداد کی پہچان سے ہوتی ہے) کے اُصول کے تحت عقیدۂ توحید کی معرفت کے لئے ضروری ہے کہ شرک اور اُس کی جملہ اقسام کو سمجھا جائے۔ توحید خدائے واحد کو لاشریک اور یکتا و یگانہ ماننے کا نام ہے اور کسی کو اس کا ساجھی، حصہ دار یا برابر کا شریک ٹھہرانے کا نام شرک ہے۔

شرک کا لُغوی معنی

لفظِ ’’شرک‘‘ شرکت سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات میں اوروں کو شریک مانا جائے۔ صاحبِ لسان العرب لکھتے ہیں:

الشِّرْكةُ والشَرِكةُ سواءٌ: مخالَطَةُ الشريكين. يقال: اشترَكنا بمعنى تشاركنا، وقد اشترک الرّجلانِ و تشاركا و شارکَ أحدهُما الآخر۔ (۱)

’’شِرْکَۃٌ اور شَرِکَۃٌ کا معنی دو شریکوں کا ایک چیز میں ملنا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ ہم شریک ہوئے یعنی آپس میں ہماری شراکت ہوئی اور دو شخص باہم شریک ہوئے یعنی دونوں میں شراکت ہوگئی اور ایک دوسرے کے ساتھ شریک بن گیا۔‘‘

(۱) ابن منظور، لسان العرب، ۱۰: ۴۴۸

شرک کا شرعی اور اصطلاحی مفہوم

ائمہ علم الکلام اور ائمہ لغت نے شرک کا شرعی و اصطلاحی مفہوم درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

۱۔ علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الإشراک هو اثبات الشریک فی الألوهیة، بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس أو بمعنی استحقاق العبادة کما لعبدة الأصنام۔(۱)

’’مجوس کی طرح کسی کو واجب الوجود سمجھ کر الوہیت میں شریک کرنا یا بتوں کی پوجا کرنے والوں کی طرح کسی کو مستحق عبادت سمجھنا، اشراک کہلاتا ہے۔‘‘

۲۔ صاحبِ لسان العرب علامہ ابنِ منظور افریقی لکھتے ہیں:

وأشرک باللہ: جَعَلَ لهٗ شَرِيكاً فی مُلْکِهٖ، تعالی اللہ عَنْ ذالِک، والشرک أن یجعل للہ شریکا فی ربوبیته، تعالی اللہ عن الشرکاءِ والانداد، لأن اللہ وَحْدَهٗ لا شَرِیْکَ له وَلَا نِدّ لهٗ ولا نَدِیْد۔(۲)

’’جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اللہ تعالیٰ سے شرک کیا تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس نے کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے ملک اور سلطنت میں شریک بنا دیا جبکہ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے، اور شرک کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات شریکوں اور ہمسروں سے پاک ہے،...... کیونکہ وہ ذات واحد ہے نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ اس کی کوئی نظیر اور نہ مثل۔‘‘

ہمارے عہد میں جہاں اور تصوراتِ دین خلط ملط اور گڈ مڈ ہوئے وہاں بنیادی

(۱) تفتازانی، شرح عقائد نسفی: ۶۱

(۲) ابن منظور، لسان العرب، ۱۰: ۴۴۹

عقائد اِسلام بھی متاثر ہوئے ہیں۔ ایمانیات کے باب میں توحید اور شرک کے ضمن میں بہت سے ابہام و التباس، مغالطے اور وساوس در آئے ہیں۔ بعض لوگوں نے بہت سی غلط فہمیاں اور عجیب و غریب قسم کے شکوک و شبہات لوگوں کے ذہنوں میں پیدا کئے ہیں۔ اِس لئے امت میں شدید ٹکراؤ اور اُلجھاؤ کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کے ہاں فکری وحدت اور تصوراتی واضحیت کا سخت فقدان پایا جاتا ہے جسے دور کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ اِس کتاب میں اِسی بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ عمل اگر کمزور ہو تو اِس کا علاج آسان ہے لیکن جب عقیدہ میں طرح طرح کے ابہام اور التباس پیدا کر دیئے جائیں تو پھر فکری وحدت کا برقرار رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

امتِ مسلمہ شرک سے محفوظ ہے

اُمتِ مسلمہ کے خصائص میں سے ایک یہ ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اِس کے لئے یہ خوشخبری دی ہے کہ اُمت مسلمہ کی اصل آزمائش مال و زر کی حرص و ہوس سے ہو گی لیکن یہ شرک میں مبتلا نہیں ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ باقی بگاڑ اور نقائص اپنی جگہ گھمبیر کیوں نہ ہوں مجموعی طور پر اُمت مسلمہ شرک سے محفوظ ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

صَلّٰی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلَی قَتْلٰی اُحُدٍ. ثُمَّ صَعِدَ الْمِنبَرَ کَالْمُوَدِّعِ لِلْأَحْيَآءِ وَ الْأَمْوَاتِ. فَقَالَ: اِنِّیْ فَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ. وَاِنَّ عَرْضَهٗ کَمَا بَيْنَ اَيْلَةَ اِلَی الْجُحْفَةِ. اِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَيْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ. وَلٰـکِنِّیْ أَخْشٰی عَلَيْکُمُ الدُّنْيَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِيْهَا، وَتَقْتَتِلُوْا فَتَهْلِکُوْا، کَمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ.

قَالَ عُقْبَةُ: فَکَانَتْ اٰخِرَ مَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَلَی الْمِنبَرِ۔ (۱)

(۱) مسلم، الصحيح، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبينا ﷺ و صفاته، ۴: ۱۷۹۶، رقم: ۲۲۹۶

’’حضور نبی اکرم ﷺ نے شہداء اُحد کی نمازِ جنازہ پڑھی، پھر آپ نے مبنر پر رونق افروز ہوکر اس طرح نصیحت فرمائی جیسے کوئی زندوں اور مردوں کونصحیت کر رہا ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا اور اس حوض کا عرض اتنا ہے جتنا مقام اَیلہ سے لے کر جحفہ تک کا فاصلہ ہے، مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ تو نہیں ہے کہ تم (سب) میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ ہے کہ تم دنیا کی طرف رغبت کرو گے اور ایک دوسرے سے لڑکر ہلاک ہو گے۔‘‘

’’حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کو آخری بار منبر پر دیکھا تھا۔‘‘

یہ بات ذہن نشین رکھنے والی ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر معروف صحابیٔ رسول ﷺ سے مروی یہ حدیث دراصل حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری خطبہ کی روایت ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے کوئی خطبہ، کوئی باقاعدہ وعظ اور خطاب منبر پر نہیں فرمایا۔ اس اعتبار سے یہ روایت اور بھی اہمیت اختیار کر جاتی ہے اور اس میں بیان کیے گئے مضامین کی حجیت مزید مسلم ہو جاتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا خدشہ ظاہر نہیں فرمایا، اس کا معنی یہ ہرگز نہیں کہ کوئی فرد شرک نہیں کرے گا بلکہ من حیث الکل شرک جیسے ظلمِ عظیم سے امت محفوظ رہے گی۔

توحید وشرک کے باب میں چند اہم نکات

اُمتِ مسلمہ کی اکثریت جو سوادِ اعظم ہے اور جس کے شرک و گمراہی سے اعتقادی طور پر محفوظ ہونے کی ضمانت خود حضور رسالت مآب ﷺ نے عطا فرمائی ہے۔ ستم یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں بعض گروہوں کی طرف سے امتِ مسلمہ کی اکثریتی جماعت پر شرک کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔ یہی وہ بنیادی فتنہ ہے جس نے اُمت کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اِس لئے ضرورت اِس امر کی ہے کہ توحید اور شرک کی حقیقت کو شرحِ صدر

کے ساتھ سمجھنے کے لئے چند ضروری نکات کو ذہن نشین کر لیا جائے۔

۱۔ توحید اور شرک دونوں ایک دوسرے سے متضاد اور مخالف تصورات ہیں۔ توحید ہر اُس چیز کی نفی کرتی ہے جو شرک ہے لہٰذا توحید اور شرک دو اصطلاحات ہیں، دو واضح عقیدے اور دو الگ الگ تصور ہیں جو آپس میں متقابل اور متخالف ہیں۔ اگر کوئی موضوع، کوئی عقیدہ یا عمل توحید ہے تو شرک اس کی عین نفی ہو گی مثلاً توحید سے مراد دن ہو تو رات شرک کہلائی گی، اگر توحید کی علامت ٹھنڈک ہو تو حرارت عین شرک ہو گی، توحید کی علامت طہارت ہو تو شرک عین نجاست ہو گی، توحید کی علامت نور ہو تو شرک عین تاریکی و ظلمت ہو گی۔ اِسی طرح اگر توحید کی علامت جنت ہے تو شرک عین جہنم ہے گویا توحید کا تضاد شرک ہے اور شرک کا تضاد توحید۔

۲۔ غلط فہمی کی بناء پر بعض اوقات کسی ناجائز فعل کو بھی شرک تصور کر لیا جاتا ہے، اِسی جہالت نے بہت سی اُلجھنوں کو پیدا کیا ہے۔ توحید اور شرک آپس میں دو متضاد و متقابل تصورات ہیں جن کا آپس میں اتحاد اور اشتراک اسی طرح ناممکن ہے جس طرح ایمان اور کفر کا اتحاد ناممکن ہے۔ اِس لئے ضروری ہے کہ شرک کی اصطلاح کو کبھی بھی عمومی رنگ نہ دیا جائے، نہ ہی اِس کا اطلاق بے دریغ کرکے فتویٰ بازی کا بازار گرم کیا جائے۔

۳۔ ازروئے شرع کسی بھی چیز کے بارے میں رائے کا اظہار کرتے ہوئے اچھی ہے یا بری، جائز ہے یا ناجائز ایسے الفاظ وسیع مفہوم میں اِستعمال ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات ملحوظِ خاطر رکھی جاتی ہے کہ ہر ناجائز عمل اسی طرح شرک نہیں ہوتا جس طرح ہر جائز عمل کو عینِ توحید نہیں کہتے۔ شرک کا مرتکب دائرہ اِسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جبکہ کسی ناجائز اور حرام عمل کا مرتکب فاسق و فاجر تو بن جاتا ہے لیکن دائرہ اِسلام سے خارج نہیں ہوتا۔ ہمارے ہاں بعض لوگ جھٹ سے شرک کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں بلکہ مسلمانوں کی واضح اکثریت پر مشتمل طبقے کا نام بھی مشرک رکھ دیا جاتا ہے۔ پھر ردِ عمل میں اِسی طرح کے سخت فتاویٰ کا صادر ہونا لازمی ہے۔ چنانچہ

شرک و بدعت کے فتوے ہر کسی کو اِتنی تیزی سے کفر کی وادی میں دھکیلے چلے جا رہے ہیں کہ سوسائٹی میں کسی بھی شخص کے اِسلام اور ایمان پر باقی ہونے میں شک ہونے لگتا ہے لہٰذا یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا ضروری ہے کہ شرک توحید کی عین ضد ہے یہ بلاواسطہ عقیدۂ توحید کو رد کرنے کا نام ہے اور شرک کا مرتکب محض گنہ گار اور گمراہ نہیں بلکہ بے دین اور ایمان کے دائرے سے یکسر خارج ہوتا ہے۔

۴۔ جب ایمانیات کے باب میں کسی خاص عمل یا عقیدۂ پر شرک کا فتویٰ ناگزیر ہو جائے تو فتویٰ صادر کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ اُس عقیدہ یا عمل سے توحید کی کون سی قسم پر زد پڑی ہے اور کس درجے کی نفی اور بطلان ہوا ہے اس پر مستزاد یہ بھی ثابت کرنا لازمی ہے کہ وہ عقیدہ یا عمل شرک کی کون سی قسم اور درجہ کے تحت آتا ہے گویا توحید اور شرک کی قسم، نوع اور فرع کا بھی تقابل میں متعین کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

۵۔ ہر چیز کا شرعاً ایک مثبت پہلو ہوتا ہے اور ایک منفی مثلاً فرض ایک مثبت عمل ہے جس کے برعکس اِسی درجے کا حامل ایک منفی عمل ہے جسے حرام کہتے ہیں۔ کسی کام کے کرنے کے حکم میں مثبت طلب ہوتی ہے اور نہ کرنے کے حکم میں منفی طلب۔ لہٰذا شریعت ہم سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ فلاں کام کریں اور فلاں کام نہ کریں۔ پس احکام شریعت کی ہر دوسمت کی برابر درجہ بندی کے لئے ضروری ہے کہ مثبت اور منفی پہلو دونوں طرف ایک ہی سطح کے ہوں اور اہمیت کے اعتبار سے اِن میں ایک ہی طرح کی قوت کارفرما ہو۔ چنانچہ مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کے جو نتائج اور عواقب برآمد ہوں گے وہ یکساں طاقت کے ہوں گے۔ اب کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ ہر اُس چیز کو جو از روئے شرع ناپسندیدہ ہو اُس کو حرام کے پلڑے میں ڈال دے۔ ممکن ہے کہ وہ مکروہ تو ہو حرام نہ ہو۔ مکروہ میں ناپسندیدگی پائی جاتی ہے مگر حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ جیسے شریعت میں ہر جائز عمل فرض نہیں اِسی طرح ہر ناپسندیدہ عمل کو حرام نہیں کہا جا سکتا۔ مثبت طلب کا بلند ترین درجہ فرض کہلاتا ہے اور

منفی طلب کا بلند ترین درجہ حرام۔ جبکہ شرک اِس حرام سے بھی اونچا درجہ ہے اِس لئے کہ وہ ''امرِ فقہ'' نہیں ''امرِ عقیدہ'' ہے۔

۶۔ کتبِ اُصول فقہ میں احکامِ شریعت کی درجہ بندی کا نظم بیان کیا گیا ہے۔ راقم کی کتاب ''الحکم الشرعی'' میں اِس کی تفصیل موجود ہے۔ توحید اور شرک کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے یہاں تمثیلاً خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ مثبت طلب میں احکام کا پہلا درجہ **فرض**، اس کے بعد **واجب** پھر **سنت مؤکدہ**، پھر **سنت غیر مؤکدہ** اور اُس کے بعد **مستحب** کا درجہ ہے۔ اس کے برعکس منفی طلب میں **حرام** کو فرض کے مقابل اور **مکروہ تحریمی** کو واجب کے مقابل رکھا گیا ہے۔ جب کہ **اساءت**، سنت مؤکدہ کے مقابل ہے۔ چوتھے درجے میں **مکروہ تنزیہی** آتا ہے جو سنت غیر مؤکدہ کے مقابل ہے اور پانچویں درجے میں **خلافِ اولیٰ** (Uncommendable) ہے یہ مستحب کے مقابل ہے پھر اس کے بعد مثبت طلب اور منفی طلب دونوں میں مشترکہ **مباح یا جائز** کا درجہ ہے۔ اِن فقہی احکام کو درج ذیل متقابل ترتیب میں رکھ کر بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

احکام امر (طلبِ فعل)	احکامِ نہی (ترکِ فعل)
۱۔فرض	۱۔حرام
۲۔واجب	۲۔مکروہ تحریمی
۳۔سنت مؤکدہ	۳۔اساءت
۴۔سنت غیر مؤکدہ	۴۔مکروہ تنزیہی
۵۔مستحب	۵۔خلافِ اولیٰ
۶۔مباح	۶۔مباح

اس درجہ بندی کے مطابق امر کے پانچ اور اس کے مقابلے میں نہی کے

بھی پانچ درجے ہیں۔ جب کہ مباح دونوں طرف مشترک ہے۔ یہاں پانچ مدارِج امر کے مقابلے میں نہی کے بھی پانچ ہی مدارج ہیں اور اس کے بعد مباح کو صوابدیدی (Discretionary) درجہ میں رکھا گیا ہے جس میں نہ ثواب ہے اور نہ عتاب و عذاب بلکہ ایسے کاموں کو ہر کسی کی مرضی اور صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

۷۔ فتویٰ صادر کرنا بہت بڑی، نازک اور اہم ذمہ داری ہے۔ ہر عالم اور فاضل بھی مفتی کے منصب پر فائز نہیں ہوتا کیونکہ کفر و شرک کا فتویٰ کسی کے ایمان کا فیصلہ ہے۔ اِس باب میں بڑی حزم واحتیاط اور لیاقت و دیانت درکار ہے کیونکہ ازروئے شرع اگر ایک چیز ناجائز اور حرام بھی ہو تو اِس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ شرک بھی ہو۔ گویا محض ممنوع اور حرام ہونے کی وجہ سے کسی فعل کو شرک نہیں کہا جا سکتا۔ حرام قرار دیتے ہوئے بھی یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ اِس میں خلافِ شرع کس درجے کا منع ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ منع کے بھی کئی درجے ہیں، کجا یہ کہ اُسے شرک کہا جائے حالانکہ شرک تو کفر کی آخری حد ہے۔

اِس علمی اور اعتقادی غلطی کی مثال روزمرہ زندگی سے اِس طرح دی جا سکتی ہے کہ کسی کو ہلکا سا زکام ہو اور کوئی نیم حکیم اُسے ٹی بی کا نام دے دے۔ کسی کو محض Infection ہو اور کوئی ڈاکٹر اُسے کینسر (Cancer) قرار دے دے۔ بجا ہے کہ یہ دونوں امراض نقصان دہ ہیں مگر اِس نقصان سے بڑھ کر یہ عمل کہیں زیادہ نقصان دِہ یہ بات ہے کہ غلط تشخیص کے ذریعے اُس مرض کو بڑھا چڑھا کر کچھ کا کچھ بنا دیا جائے۔ لہٰذا ضرورت اِس امر کی ہے کہ علم الاحکام کو ذہن نشین رکھا جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ کسی عقیدہ و عمل کو شرک قرار دینے سے پہلے یہ تعین کیا جائے کہ اس کے ذریعہ جس عقیدہ و عمل کی نفی ہو رہی ہے کیا وہ عینِ توحید ہے بھی یا نہیں؟ کسی عمل کے شرک ہونے کیلئے لازم ہے کہ وہ توحید کی نفی کرے۔ اگر عین توحید کی نفی ثابت نہ ہو تو پھر وہ عمل ممنوع ہوتے ہوئے بھی شرک نہیں بن سکتا، اس پر شرک کا نہیں کوئی اور حکم صادر ہوگا۔

۸۔ اسلام میں عقیدہ کی بلند ترین مثبت سطح ''ایمان'' کی ہے جس کے مقابلے میں اِسی درجے کی منفی سطح ''کفر'' کی ہے۔ گویا ''مؤمن'' کے مقابلہ میں ''کافر'' ہوگا ''فاسق و فاجر'' کو ''درجہ مؤمن'' کے مقابل میں نہیں لایا جائے گا۔ کیونکہ فاسق، فسق کے باوجود دائرہ ایمان ہی میں رہتا ہے۔ اسی طرح اگر بحیثیت ایک مسلمان عقیدہ کی بلند ترین سطح ''توحید'' پر فائز ہے تو اس کے مقابلے میں کفر کے سب سے اونچے درجہ کا نام ''شرک'' ہے۔ چنانچہ اس ضابطہ کی رو سے صرف موحد مشرک کے مقابلہ میں ہوگا نہ کہ فاسق اورگنہ گار کے مقابلہ میں، کیونکہ فاسق اور گنہگار، گناہ کے باوجودموحّد رہتا ہے اور دائرہ ایمان یا عقیدۂ توحید سے خارج تصور نہیں ہوتا۔ یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ شرک کوفرض، واجب اور سنت کے مقابلے میں بھی نہیں رکھا جا سکتا، نہ کسی حرام کوشرک سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی فرض اور سنت کی نفی کوشرک گردانا جاسکتا ہے۔ فرض کے منافی کوئی اقدام حرام تو ہوسکتا ہے لیکن جب تک اس سے عقیدہ توحید پر زد نہ پڑے اسے شرک کے زمرے میں نہیں لایا جا سکتا۔ اِسی طرح کسی کو یہ حق بھی نہیں کہ کسی اساءت، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولٰی یا مباح امر کو اٹھا کر شرک کے درجے تک لے جائے۔

یاد رہے کہ شرک صرف اس وقت وجود میں آتا ہے جب توحید کی واضح نفی کی جائے کیونکہ یہ بات حتمی طور پر طے شدہ ہے کہ توحید اور شرک ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کی واضح نفی کے بغیر دوسرا اَمر ثابت نہیں ہو سکتا۔ ورنہ اس سے دین و شریعت کا سارا نظام اُلٹ پلٹ ہو کر رہ جائے گا۔ کسی شخص کا ایک فتویٰ دوسرے کے ایمان کو بلا جواز کفر بنا دے گا جو سراسر ظلم اور احکامِ الٰہی کے خلاف نہ صرف بغاوت ہے بلکہ دین کے ساتھ حد درجہ زیادتی اور اسے بازیچۂ اطفال بنا دینے کے مترادف ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ شرک کو ناقابلِ رد قطعی دلائل سے ثابت کیا جائے۔

۹۔ ایمان اور توحید کی نفی ثابت کرنے کے لئے یہ تعین کرنا لازمی ہے کہ توحید کے جس درجہ کی خلاف ورزی ہوئی ہے اس کا شمار حقوق اللہ میں ہونا چاہیے اور یہ حق جس کی

خلاف ورزی ہوئی کوئی عام یا مشترک حق نہ ہو بلکہ خالصتاً بلا شرکتِ غیرے اللہ کا حق ہو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ حق شکنی اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور افعال کے حوالے سے ثابت کی جائے اور اس میں اختصاص پایا جائے نہ کہ اشتراک۔ یعنی شرک کا حکم لگانے میں اس امر کو طے کرنا ضروری ہے کہ وہ حق جس کا کسی غیر کے لئے اثبات ہو رہا ہے خصوصی طور پر بلا اشتراک اللہ کا ہی حق تھا اور وہ صفت بلا شرکت غیرے اللہ کی ہی صفت تھی۔ اگر کسی ایسی صفت، فعل اور اسم کو جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کسی اور کے لئے ثابت کر دیا جائے تو اس پر شرک کا حکم لگایا جا سکے گا ورنہ نہیں۔ کسی عمومی صفت کا خالق اور مخلوق میں اشتراک شرک نہیں ہوتا اس میں اس بات سے فرق واقع ہو جاتا ہے کہ اس کا اطلاق دونوں جگہ مختلف معانی کے تناظر میں ہوا ہے اور اس کی نوعیت بھی مختلف ہے۔ ظاہری طور پر دونوں یعنی خالق و مخلوق کی صفات کے بیان میں اِستعمال کیا جانے والا لفظ ایک ہی ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے لئے اس کی معنویت اور ہوتی ہے اور مخلوق کے لئے اور۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ شرک محض الفاظ کے اشتراک کے ذریعے وقوع پذیر نہیں ہوتا۔ جب تک معنوی طور پر کسی عمل یا صفت کا مفہوم، دائرہ کار، حقیقت اور اطلاق مختلف رہے اس وقت تک وہ اشتراک خواہ اسمی ہو، فعلی ہو یا صفتی، منافیٔ توحید نہیں ہوتا، اِس لئے وہ باعث شرک بھی نہیں بنتا مثلاً سمیع، بصیر، کریم، علیم، رؤوف، رحیم، ولی اور مولیٰ جیسے اسماء و صفات قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے، حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے اور بعض ملائکہ کے لئے بلکہ عام انسانوں کے لئے بھی مشترک استعمال ہوئے ہیں۔

جو شخص کسی کے عمل کو توحید کے منافی خیال کرتے ہوئے اِس پر شرک کا الزام عائد کر رہا ہے جب تک وہ قرآن وسنت کے دلائل اور شواہد سے اس امر کو حتمی طور پر

توحید کے منافی ثابت نہیں کر دیتا اُس وقت تک کسی عمل اور خیال کو مشرکانہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کسی عمل کو بغیر ثبوت کے محض توحید کی نفی اور شرک نہیں گردانا جا سکتا۔

۱۰۔ اس مقام پر وجہ شرک کو سمجھنا اور مدارِ شرک کو متعیّن کرنا از بس ضروری ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

والشرک أن یثبت بغیر اللہ سبحانہ و تعالی شیئًا من صفاتہٖ المختصة بہٖ۔(۱)

''شرک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفاتِ خاصہ میں سے کوئی صفت اس کے غیر کے لئے ثابت کی جائے۔''

ائمۂ کلام کے نزدیک خاصہ کی تعریف یہ ہے کہ ''**مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہٖ**'' (یعنی جو صفت جس کا خاصہ ہو اسی میں پائی جائے اور اس کے غیر میں نہ پائی جائے) لہٰذا صفاتِ خاصہ کا علی الاطلاق غیر کے لئے ثابت کرنا شرک ہے۔ شرک کا مدار محض اشتراک نہیں بلکہ مدارِ شرک چار باتوں پر ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود سمجھا جائے۔

۲۔ اس کے مستحقِ عبادت ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔

۳۔ اللہ رب العزت کی صفاتِ خاصّہ مثلاً علم بالذات، علم بالقدرت، ایجاد و قدرتِ ذاتیہ اور اختیار ذاتی میں سے کوئی صفت کسی غیر کے لئے ثابت کی جائے۔

۴۔ صفاتِ خداوندی جیسے اس کی شان کے لائق ہیں بعینہٖ اسی طرح کا اعتقاد غیر کے لئے ثابت کیا جائے۔ خواہ وہ لمحہ بھر کے لئے ہی کیوں نہ ہو شرک کہلائے گا۔

۱۱۔ صفاتِ مشترکہ جو خالق و مخلوق کے مابین مشترک ہیں مدار شرک کی اساس کیفیت و ماہیت اور حقیقت و اصلیت پر ہے ان کے اطلاق کے وجوہ خالق کے لئے اور معنی

(۱) شاہ ولی اللہ، الفوز الکبیر: ۲۷

میں ہیں اور مخلوق کے لئے اور معنی میں۔ صفاتِ خداوندی قائم بالذات ہیں، ذاتی ہیں، غیر محدود ہیں، قدیم ہیں، واجب ہیں اور اُس کی شانِ الوھیت کے لائق ہیں اور مخلوق کے لئے وہی صفات محدود ہیں، متناہی ہیں، ممکن ہیں، حادث ہیں اور ان کی شانِ مخلوقیت کے لائق عطائی ہیں۔ شرک کا مدار نہ تو کمیت پر ہے اور نہ توقیت پر، بلکہ کیفیت و ماہیت اور حقیقت و اصلیت پر ہے یعنی صفاتِ خداوندی جس کیفیت و ماہیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں انہیں اسی کیفیت و ماہیت اور حقیقت و اصلیت کے ساتھ غیر کے لئے بھی ثابت کیا جاسکے جب بھی اور جس وقت بھی ثابت کیا جائے گا شرک ہوگا خواہ وہ ثبوت لمحہ بھر کیلئے ہی ہو ورنہ نہیں کیونکہ صفاتِ الوہیت حقیقت و اصلیت اور کیفیت میں من کل الوجوہ اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔ خالق اور مخلوق دونوں کے لئے وجوہِ اثبات الگ الگ ہیں ایک جیسے نہیں۔ صفاتِ مشترک میں صرف ظاہری اشتراک ہوتا ہے مثلاً ''ولایت'' صفاتِ مشترکہ میں سے ہے۔ اِس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لئے بھی ہے، رسول ﷺ کے لئے بھی ہے، جبرائیل امین علیہ السلام کے لئے بھی ہے اور صالحین کے لئے بھی۔ یہ نصِ قرآنی سے ثابت ہے۔

ولایتِ الٰہی، ولایتِ رسول، ولایتِ جبرئیل اور ولایتِ صالحین کا معنی، شان، کیفیت، ماہیت، اصلیت وحقیقت اور اطلاق کے اعتبار سے ایک دوسرے سے جدا اور مختلف ہے۔ ولایتِ الٰہی جس معنی اور شان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے، اسی معنی اور شان کے ساتھ غیر اللہ کے لئے لمحہ بھر بھی ثابت نہیں ہوسکتی۔ یہی حال علم، رحمت، حیات، سمع و بصر اور کلام جیسی دیگر صفاتِ مشترکہ کا ہے۔ وہ خالق کیلئے بھی ثابت ہیں اور مخلوق کیلئے بھی، مگر جس شان، حقیقت اور معنویت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں اگر اسی شان اور حقیقت ومعنویت کے ساتھ مخلوق کے لئے ثابت نہیں اگر ایسا مان لیا جائے تو شرک واقع ہو جائے گا۔

اس کے برعکس اگر یہ شانیں، مختلف حقیقت اور مختلف معنی میں دونوں کیلئے

تسلیم کی جائیں تو ہرگز شرک نہ ہو گا بلکہ اسے **عین توحید** کہا جائے گا۔ جس کی رو سے اللہ بھی ولی ہے، بندہ بھی ولی ہے۔ اللہ بھی علیم ہے، بندہ بھی علیم۔ اللہ بھی صاحبِ حیات ہے، بندہ بھی صاحب حیات۔ اللہ بھی کریم و رحیم ہے، بندہ بھی کریم و رحیم۔ اللہ بھی سمیع و بصیر ہے، بندہ بھی سمیع و بصیر۔ اللہ بھی صاحبِ کلام ہے اور بندہ بھی صاحبِ کلام مگر ان کا معنوی اطلاق مختلف ہوگا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ مدارِ شرک کمیت پر نہیں بلکہ کیفیت و حقیقت پر ہے۔ اس لئے صفاتِ مشترکہ میں حقیقی اور مجازی یا ذاتی اور عطائی کی تقسیم زیادہ بلیغ اور معنی خیز ہے اس کے برعکس عادی و غیر عادی یا ماتحت الاسباب اور مافوق الاسباب وغیرہ کو مدارِ شرک بنانا محض الجھاؤ اور التباس پیدا کرنے کا موجب ہے۔

۱۲۔ ہمیں توحید اور شرک کے باب میں ذاتِ حق اور اِس کے اسماء، صفات اور افعال کی صحیح معرفت حاصل کرنی چاہیے کہ کہاں شانِ اختصاص ہے، کہاں انعامِ اشتراک ہے اور کہاں فیضِ انعکاس۔ کسی جگہ پر اس کی توحید، شانِ الوہیت کے ساتھ عدمِ شراکت کی آئینہ دار ہوتی ہے اور کسی جگہ شانِ ربوبیت کے ساتھ اپنے مربوب میں نیابت و مظہریت کا جلوہ دکھاتی ہے۔ کسی جگہ اس کی عظمت تنہاء و یکتا ہوتی ہے اور کسی جگہ خود مائل بہ عطا۔ وہ "کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ" کے جلوے میں بھی ہوتا ہے اور "فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ" کے نظارے میں بھی۔ وہ "لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡیٌٔ" کے رنگ میں بھی ہے اور "مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ" کے ڈھنگ میں بھی۔ وہ "لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ" کی شان میں بھی ہے اور "اَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡہُ اللّٰہِ" کی آن بان میں بھی۔ وہ بعید از وہم و گمان بھی ہے اور قریب از رگِ جاں بھی۔ وہ ورائے مکان و لامکاں بھی ہے اور جلیسِ حلقۂ بندگان بھی، وہ مستغنی از حلف و یمین بھی ہے اور خود مُقسِم دیارِ اَمین بھی، وہ ذاکر بھی ہے مذکور بھی، طالب بھی ہے مطلوب بھی، محبّ بھی ہے محبوب بھی۔ وہ تنہا سزاوارِ صلوٰۃ بھی ہے اور خود کسی کا صلوٰۃ خواں بھی حتی کہ وہ خود سلام بھی ہے اور سلام بھیجنے والا بھی۔ الغرض وہ جس

سے جو معاملہ چاہے کر دے وہ مالک اور قادر مطلق ہے، توحید اس کا حقِ خالص ہے اور شرک اس کی نفی کامل، سو اس باب میں کسی بھی حتمی فیصلہ سے قبل اس کے سارے فیصلوں کو نگاہ میں رکھنا چاہیے۔ اس لاعلمی میں یہ احتمال رہے گا کہ کہیں ہم دفاعِ توحید کے زعم میں انکارِ ربوبیت نہ کر بیٹھیں اور ردِّ شرک کے جوش میں انکارِ محبوبیت نہ کر بیٹھیں۔

www.MinhajBooks.com

باب دُوُم

توحید اور شرک کی متقابل اَقسام

﴿اجمالی تعارف﴾

۱۔ توحید فی الرَّبوبیت • شرک فی الرّبوبیت

۲۔ توحید فی الاُلوہیت • شرک فی الاُلوہیت

۳۔ توحید فی الأسماء والصفات • شرک فی الأسماء والصفات

۴۔ توحید فی التحریم • شرک فی التحریم

۵۔ توحید فی الاحکام • شرک فی الاحکام

www.MinhajBooks.com

عقیدۂ توحید اور حقیقتِ شرک سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ اِن دونوں کی متقابل اقسام کو سمجھا جائے جن کو محققین نے تفصیلاً بیان کیا ہے۔ وہ خطباء، مقررین اور طلباء جو اپنے علم وفن کے میدان میں طاق اور ماہر نہیں ہوتے مگر بزعمِ خویش خود کو علماء کی صف میں شمار کرتے ہیں اپنے عقائد کے باب میں فکری و اعتقادی واضحیت Clarity نہیں رکھتے۔ لہٰذا وہ بہت سے اُمور خلط ملط اور گڈ مڈ کر دیتے ہیں اور ایسی ایسی چیزوں کو زیرِ بحث لاتے ہیں جن کا تعلق نہ عقیدۂ توحید سے ہوتا ہے اور نہ شرک سے۔ ایسے لوگ خود بھی فکری اُلجھنوں میں مبتلا رہتے ہیں اور دوسروں کی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی نہیں کر سکتے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ عقائد کے باب میں صحیح تصورات کو سمجھا جائے۔ اُمتِ مسلمہ کے جو افراد بلاوجہ مسلمانوں کی واضح اکثریت سوادِ اعظم پر فتویٰ لگا کر ان کو مشرک و بدعتی گردانتے ہیں اور انہیں دائرۂ اِسلام سے بیک جنبشِ لب خارج کر دیتے ہیں اِن کے نقطۂ نظر میں توازن و اعتدال پیدا کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ملتِ اِسلامیہ کے اندر افتراق، انتشار اور خلفشار کی جو فضا پائی جاتی ہے اسے ختم کیا جا سکے۔ آئندہ صفحات میں توحید اور شرک کی اقسام کا اجمالی تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سے یہ امر بخوبی نکھر کر سامنے آجائے گا کہ کسی چیز پر شرک کا اطلاق تب ہوگا جب اس کے ذریعے توحید کی اُس قسم کی نفی ہوگی جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہو۔

• توحید کی اقسام

ائمۂ عقائد و کلام نے توحید کی مندرجہ ذیل پانچ اقسام بیان کی ہیں:

ا۔ توحید فی الرُّبوبیت

۲۔ توحید فی الاُلوہیت

۳۔ توحید فی الأسماء والصفات

۴۔ توحید فی التحریم

۵۔ توحید فی الاحکام

ذیل میں ان پانچوں کی مختصراً وضاحت پیش کی جا رہی ہے۔

۱۔ توحید فی الرُّبوبیت

توحید فی الرُّبوبیت کو توحیدِ اثبات کہتے ہیں۔ درحقیقت توحید فی الربوبیت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واجبُ الوجود ہونے پر اور اُس کی وحدتِ مطلقہ پر ایمان لایا جائے اور اِس امر کا اقرار کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک رب اور پروردگار ہونے میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ توحید کی یہ قسم اللہ تعالیٰ کو خالق، مالک، رازق، پروردگار اور مدبر الامور جاننے اور ماننے سے عبارت ہے۔

۲۔ توحید فی الاُلوہیت

توحید فی الالوہیت کو توحیدِ عبادت بھی کہتے ہیں۔ اِس سے مراد یہ ہے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، صرف اسی کی ذات اِس قابل اور لائق ہے کہ اِس کی عبادت کی جائے۔ اس کے علاوہ کوئی اور یہ حق نہیں رکھتا کہ اُس کی پرستش کی جائے۔

۳۔ توحید فی الأسماء والصفات

جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے واحد اور یکتا ہے اسی طرح اسماء وصفات اور افعال کے اعتبار سے بھی واحد اور یکتا ہے۔ پھر جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس بے مثل ہے اسی طرح اس کے خاص اسماء وصفات اور افعال میں بھی

کوئی اس کا شریک ومثیل نہیں۔

۴۔ توحید فی التحریم

توحید فی التحریم سے مراد یہ ہے کہ نذر یعنی منت اور تحریمات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے خاص ہیں۔

۵۔ توحید فی الاَحکام

اِس سے مراد یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ احکامِ شریعت کو مانا جائے جنہیں اُس نے بذریعہ وحی اپنے نبی ﷺ کے واسطہ سے اُمت کو عطا کئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے عطا کردہ احکام بھی اللہ رب العزت ہی کے عطا کردہ تصور ہوں گے کسی اور کے اقوال کو قرآن وسنت جیسی حجت نہیں مانا جائے گا۔

اِن پانچوں اقسام کے تفصیلی فہم کے لئے انکی مزید تقسیم بھی کی گئی ہے۔ جس کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

ا۔ توحید فی الربوبیت کی اقسام

اس کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں:

(۱) توحید فی الذات

اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک ہے، کوئی اس کا شریک اور ہمسر نہیں۔ اس کی بیوی نہیں، اِس کے والدین اور اولاد نہیں جیسا کہ سورہ اخلاص میں بیان کیا گیا ہے۔

(۲) توحید فی الخَلق والایجاد

اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق اور مالک بالذات ہے اور اُس

کی خالقیتِ مطلقہ میں کوئی شریک نہیں۔

۲۔ توحید فی الاُلوہیت کی اقسام

اِس کی مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں:

(۱) توحید فی العبادت

اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کا حقدار اور کوئی نہیں صرف وہی ذات ہے جو عبادت کی مستحق ہے۔

(۲) توحید فی القدرت

اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق، شہنشاہِ کل اور متصرف علی الاطلاق اور قادر بالذات ہے۔

(۳) توحید فی الدُعا

اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا وتنہا حقدار ہے کہ جملہ دعائیں، التجائیں اور مناجات اُس سے کی جائیں۔ شدائد و مصائب میں صرف اور صرف اُسی پر توکل کیا جائے۔ حقیقی مستجابُ الدّعوات اُسی کی بارگاہ ہے۔

(۴) توحید فی العلم

اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب و الشہادۃ ہے۔ اس کا علم بالذات، بالقدرت، کلی اور ''وَلَا یُحِیطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ'' کی شان کا حامل ہے۔

۳۔ توحید فی الأسماء والصفات کی اقسام

اس کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

(۱) توحید فی الاسماء

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص اسماء میں کوئی شریک نہیں وہ اپنے ناموں میں بھی واحد و یکتا ہے۔

(۲) توحید فی الصفات

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

(۳) توحید فی الأفعال

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص افعال میں کوئی اُس کا شریک نہیں۔ وہ تدبر فی الامور میں واحد، یکتا و یگانہ ہے۔

۴۔ توحید فی التحریم کی اقسام

توحید فی التحریم کی تین اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) توحید فی التحریمات

توحید فی التحریمات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کئے گئے بعض مقامات، مہینے، قربانی کے جانور، نذر و نیاز، حلف اور احکام کی حلت و حرمت کو اللہ تعالیٰ کے لئے ہی مختص سمجھا جائے۔

(۲) توحید فی النذور

اللہ تعالیٰ کے لئے پیش کردہ قربانیوں اور منتوں میں توحید کا معنی یہ ہے کہ منت صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، کسی اور کے لئے جائز نہیں۔ اسی طرح نذر، صدقہ اور خیرات بطور عبادت صرف اللہ کے لئے ہے کسی اور کے لئے نہیں۔

(۳) توحید فی الحلف

اللہ تعالیٰ کے نام پر اُٹھائی جانے والی قسم اور حلف میں توحید یہ ہے کہ شرعی حلف صرف اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے کسی اور کے لئے جائز نہیں۔ اسی پر احکامِ شرعی مرتب ہوں گے۔

۵۔ توحید فی الأحکام کی اقسام

توحید فی الأحکام کی دو قسمیں ہیں:

(۱) توحید فی الحکم الکونی

اللہ تعالیٰ کا وہ ازلی فرمان جو کائنات کو وجود میں لانے کے لئے جاری ہوا۔

(۲) توحید فی الحکم الشرعی

اس سے مراد شارع کا وہ خطاب ہے جس سے کوئی شرعی مسئلہ معلوم ہو جائے۔

• شرک کی اقسام

ائمہ عقائد اور اُصولیین نے جس طرح توحید کی اقسام بیان کی ہیں اِسی طرح اِس کے مدِمقابل شرک کی اقسام بھی بیان کی ہیں۔ توحید کی طرح شرک کی بھی پانچ اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ شرک فی الربوبیت

۲۔ شرک فی الأُلوہیت

۳۔ شرک فی الأسماء و صفات

۴۔ شرک فی التحریم

۵۔ شرک فی الاحکام

۱۔شرک فی الربوبیت

اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے اور اس کی وحدتِ مطلقہ پر ایمان نہ لانا توحیدِ ربوبیت میں شرک ہے۔

۲۔شرک فی الاُلوہیت

اِس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی غیر کو اُس کی عبادت میں شریک مانا جائے۔

۳۔شرک فی الاسماء و الصفات

توحید فی الأسماء و الصفات کے برعکس کسی غیر کو اللہ تعالیٰ کے خاص اسماء و صفات میں شریک سمجھنا شرک فی الأسماء و الصفات ہے۔

۴۔شرک فی التحریم

اِس سے مراد یہ ہے کہ نذر یعنی منت اور دیگر تحریمات جو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے خاص ہیں انہیں یا اِن کے مماثل تحریمات کو غیر کے لئے ثابت کیا جائے۔

۵۔شرک فی الاحکام

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی حضور نبی اکرم ﷺ کے واسطہ سے اُمتِ مسلمہ کو جو احکام و تعلیمات عطا فرمائی ہیں وہی قابلِ عمل اور باعثِ نجات ہیں۔ اِن کے علاوہ کسی اور کے احکامات اور تعلیمات کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت یا اس کے مثل ماننا شرک فی الاحکام کہلاتا ہے۔

درج بالا شرک کی پانچوں اقسام کی مزید تقسیم درج ذیل ہے۔

۱۔ شرک فی الربوبیت کی اقسام

توحید فی الربوبیت کی طرح شرک فی الربوبیت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) شرک فی الذات

اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ دوسروں کو اُس کا شریک ٹھہرانا، کسی کو اُس کا ثانی و ہمسر ماننا اور اُس کے لئے بیوی، والدین اور اولاد کا عقیدہ رکھنا شرک فی الذات ہے۔

(۲) شرک فی الخلق والایجاد

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو کائنات کا خالق اور مالک بالذات ماننا شرک ہے۔

۲۔ شرک فی الاُلوہیت کی اقسام

توحید فی الاُلوہیت کی طرح شرک فی الاُلوہیت کی چار اقسام ہیں:

(۱) شرک فی العبادت

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود ماننا شرک فی العبادۃ ہے۔

(۲) شرک فی القدرت

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو قادرِ مطلق اور حقیقی متصرف بالذات ماننا شرک فی القدرت ہے۔

(۳) شرک فی الدعا

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے دعائیں مانگنا اور اس پر دعاؤں کے قبول یا عدمِ قبول کا یقین رکھنا اور اس پر بالذات توکل کرنا شرک فی الدعا ہے۔

(۴) شرک فی العلم

اللہ تعالیٰ کے سواء کسی اور کو عالم بالذات، بالقدرت اور حقیقی معنی میں محیط بالکل سمجھنا شرک فی العلم ہے۔

۳۔ شرک فی الأسماء و الصفات کی اقسام

توحید فی الأسماء والصفات کی طرح شرک فی الأسماء والصفات کی تین قسمیں ہیں:

(۱) شرک فی الأسماء

اللہ تعالیٰ کے خاص اسماء میں کسی اور کو شریک سمجھنا شرک فی الأسماء ہے۔

(۲) شرک فی الصفات

اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ دوسروں کو اُس کی خاص صفات میں شریک ٹھہرانا شرک فی الصفات ہے۔

(۳) شرک فی الأفعال

اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کو اُس کے خاص افعال میں شریک ٹھہرانا شرک فی الأفعال ہے۔

۴۔ شرک فی التحریم کی اقسام

شرک فی التحریم کی توحید فی التحریم کی طرح تین اقسام ہیں:

(۱) شرک فی التحریمات

جو تحریمات خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہیں انہیں یا اُن کے مماثل تحریمات غیر اللہ کے لئے ثابت کرنا شرک فی التحریمات کہلاتا ہے۔

(۲) شرک فی النذور

کفار و مشرکین کی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے منتیں ماننا، کھیتی باڑی، کاروبار اور چوپایوں کے حصے بطورِ نذر و عبادت ماننا شرک فی النذور کہلاتا ہے۔

(۳) شرک فی الحلف

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے نام کا شرعی حلف اُٹھانا اور اسکے توڑنے پر شرعاً کفارہ کو واجب سمجھنا جیسے کفار و مشرکین **لات و عزی اور ھبل و منات** کے لئے قسم اُٹھاتے تھے۔ یہ شرک فی الحلف کہلاتا ہے۔

۵۔ شرک فی الأحکام کی اقسام

توحید فی الأحکام کی طرح شرک فی الأحکام کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) شرک فی الحکم الکونی

اللہ تعالیٰ کا وہ ازلی فرمان جو اس نے کائنات کو وجود میں لانے کے لئے جاری فرمایا اس میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی شریک سمجھنا شرک فی الحکم الکونی ہے۔

(۲) شرک فی الحکم الشرعی

شارع یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کی طرح کسی اور کے اقوال کو قرآن وسنت جیسی حجت تسلیم کرنا شرک فی الحکم الشرعی ہے۔

ثبوتِ شرک کے لئے نفیٔ توحید کی بالصراحت ضرورت ہوتی ہے

توحید اور شرک کی مذکورہ بالا تقسیم کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ شرک کے ثبوت کے لئے توحید کی بالصراحت نفی لازم ہے کیونکہ شرک ایک واضح اور معین شرعی اصطلاح ہے جسے عمومی رنگ میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ شرک کا حتمی اور قطعی فیصلہ کرنے کے لئے یہ تعیّن کرنا

ضروری ہے کہ جس اَمر کو شرک کا نام دیا جا رہا ہے اُس کا اُلٹ عینِ توحید ہے۔ شرک کوئی ایسی ٹوپی نہیں جسے اپنی صوابدید کے مطابق جس کے سر پر چاہیں رکھ دیں۔ توحید اور شرک دو متقابل اور دو متضاد چیزیں ہیں یعنی ایک کی نفی کرنے سے دوسرے کا اِثبات ہوگا۔ شرک ثابت کرنے کے لئے توحید کی نفی کرنا ہوگی اور صرف یہی نہیں بلکہ یہ تعیّن کرنا بھی لازمی ہوگا کہ شرک کا توحید کے مقابلے میں کون سا درجہ ہے۔ آیا یہ شرک، شرک فی الربوبیت ہے یا شرک فی الالوہیت یا شرک فی التحریم۔

اگر شرک فی الربوبیت ہے تو اِس کا تعین کر کے یہ واضح کیا جائے گا کہ یہ مندرجہ ذیل اقسام میں سے شرک کی کون سی قسم ہے: شرک فی الذات ہے یا شرک فی الصفات، شرک فی الافعال ہے یا شرک فی الاسماء۔ جو شخص کسی پر شرک کا فتویٰ صادر کرے لیکن وہ مدعی، شرک کی قسم کا بالصراحت تعین نہ کرسکے کہ جس سے توحید کی کسی قسم کی نفی اور تضاد کو ثابت کیا جا سکے تو ایسے شخص کا الزامِ شرک باطل تصور کیا جائے گا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اقسامِ توحید کے باب میں عبادت کا کسی بھی معنی میں اللہ تعالیٰ کے غیر کے لئے ثبوت بلا استثناء مجازی اور حقیقی، ہر دو معنی کے اعتبار سے شرک ہے۔ البتہ مشترک صفت کا غیر اللہ کے لئے اِستعمال مجازاً جائز ہے۔ حقیقی معنی میں اُس صفت کا اِثبات صرف اللہ تعالیٰ کے لئے جائز ہے مخلوق کے لئے جائز نہیں۔ عطائی معنی میں کسی مشترک صفت کا مخلوق کے لئے ثبوت تب شرک بنتا ہے جب وہ حق، مخلوق کے لئے اُسی طرح ثابت کیا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ کے لئے۔ یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ شرک کی تخصیص، شرک کی وضاحت، تعریف اور اقسام کی صحیح معرفت کی متقاضی ہے۔ جب بھی شرک کی بحث ہوگی تو توحید فی الربوبیت، توحید فی الالوہیت اور توحید فی التحریم کی نفی اور اِن کا تضاد ثابت کرنا ہوگا۔ اِن تین صورتوں کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں کہ جس سے شرک ثابت ہو سکے۔

مبادیاتِ الٰہیات کو بغور سمجھنے کی ضرورت ہے

عقیدۂ توحید اور حقیقتِ شرک کو جاننے کے لئے ایمان کے باب میں الٰہیات کی مبادیات اور تکنیکی اُمور کو شرح صدر سے سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ عقیدۂ توحید اور حقیقتِ شرک کو یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ کسی چیز کا مثبت پہلو توحید اور اُس کا منفی پہلو شرک ہے مثلاً اگر ہم دن کو مثبت پہلو کہیں تو اُس کا منفی پہلو رات ہو گا۔ اب ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ دن، ظہر اور عصر باہم متضاد چیزیں ہیں کیونکہ اِن میں تضاد کی کوئی کیفیت پائی ہی نہیں جاتی۔ اِسی طرح ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ رات، عشاء اور نصف شب متضاد صورتیں ہیں اِس لئے کہ اِن میں بھی تضاد نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔

تضاد کے تعیّن کا منہاج

اس تناظر میں یہ واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ کن چیزوں میں تضاد کارفرما ہے اور کن چیزوں میں نہیں جیسے:

۱۔ رات اور دن دو متضاد حقیقتیں ہیں جن کا تضاد بالکل واضح ہے اور ان میں کسی قسم کا التباس اور ابہام نہیں پایا جاتا۔

۲۔ شیرینی اور مٹھاس کا الٹ اور متضاد ترشی اور کڑواہٹ ہے۔

۳۔ روشنی اور تاریکی ایک دوسرے کے الٹ ہیں۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سبز رنگ کی روشنی اور سرخ رنگ کی روشنی ایک دوسرے کی متضاد ہے۔

۴۔ تضاد کی ایک اور مثال نر اور مادہ کی ہے جب ہم تذکیر اور تانیث کی بات کرتے ہیں تو کوئی صاحبِ عقل و ہوش یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ مذکر اور بھائی میں یا مونث اور ماں میں کوئی تضاد ہے۔

ان مثالوں سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ دو چیزوں کی حقیقت اور ماہیت جاننے

کے لیے ان کے درمیان درجہ بندی اور حد بندی کی خصوصیت کا تعیّن ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص اس سے آ گاہ نہیں تو پھر کسی چیز کی حد بندی اور اس کے متضاد کو جاننا ممکن نہیں۔

توحید اور شرک کے تعیّن کا منہاج

اعتقادی و علمی مباحث کے ادراک کے لئے ضروری ہے کہ نفس مسئلہ کو الگ الگ کر کے اس کا تجزیہ کیا جائے لہٰذا اس خاص منہجِ تحقیق کے لئے مندرجہ ذیل اصطلاحات کو ازبر کر لینا ضروری ہے:

۱۔ تعیّن (Fixation & Determination)

اس اصطلاح میں مخصوص، مقرر اور معیّن ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے، جیسے مطلق ہستی کے مقابلے میں کسی غیر مطلق ہستی اور وجود کا ہونا۔ ہم ایک مخصوص چیز کو زیرِ بحث لاتے ہوئے کسی موضوع، شئے یا تصور کو اپنا ہدف بنا کر اس کی تخصیص کا کوئی پیمانہ وضع کرتے ہیں۔ تعیّن کی اصطلاح ہم اس وقت استعمال کرتے ہیں جب کسی موضوع یا مضمون کے صحیح تشخص کا پتہ چلانا مقصود ہو۔

۲۔ تضمُّن (Inclusion & Implication)

یہ اصطلاح اس وقت بروئے کار لائی جاتی ہے جب کسی چیز، خیال یا مضمون کے ان عناصرِ ترکیبی کو دریافت کرنا ضروری ہوتا ہے جو اس میں اصلاً موجود ہوں اور اس کا اطلاق اس کے تمام گوشوں اور پہلوؤں پر کیا جائے تاکہ اس کے تمام مشمولات کا احاطہ ہو سکے۔ اگر کوئی پہلو اس کے دائرے (scope) سے باہر نہ ہو تو یہ تضمنات گویا اس کے اجزاء ہیں جو اس کی جامعیت کے وصف کو تسلسل عطا کرتے ہیں۔

۳۔ حدودِ صحت (Limitations of validity)

اس اصطلاح کے ذریعے اس امر کو دریافت کرنا مقصود ہوتا ہے کہ کسی موضوع

کی صحت کے حدود کیا ہیں؟ اس کا آغاز کس مقام سے ہوتا ہے؟ اور کہاں جا کر ختم ہوتا ہے؟ اس سے آگے کن مماثل اور نئے موضوعات کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں۔ یہ حدود دراصل کسی موضوع کے معنوی اطلاقات کی صحت اور عدمِ صحت کو متعین کرنے کے ساتھ اسے ایک دائرے میں محدود کر کے کسی کمی بیشی سے محفوظ رکھتی ہیں۔

۴۔ امتیاز (Differentiation & Distinction)

اس اصطلاح سے ہم دو مماثل چیزوں اور تصورات کے درمیان ایک حد فاصل قائم کرتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے نہ صرف مثبت طریقے سے اصل موضوع کی نشان دہی ہو بلکہ دیگر مماثل موضوعات سے اسے ممتاز بھی کیا جا سکے۔ یعنی کوئی ایسی تخصیص ہونی چاہیے جو اس کے وجود کی نشان دہی کرے اور اس کے مفہوم کو دوسروں سے نمایاں کر کے اسے الگ طور پر دیکھنے کی استعداد پیدا کردے۔ یہ خصوصیت نہ صرف کسی چیز کو قطعیت کا درجہ عطا کرتی ہے بلکہ اس کے اور دوسری چیزوں کے درمیان کوئی التباس اور ابہام باقی نہیں رہنے دیتی: مثلاً مختلف انسانوں اور جانوروں میں ملتی جلتی خصوصیات پائی جاتی ہیں اور کچھ چیزوں میں غیر مماثل خصوصیات ہوتی ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ان کے درمیان خط امتیاز قائم کیا جائے اور ان کے فرق کو جاننے کا کوئی پیمانہ ہو جس سے ان میں تمیز کی جا سکے۔

یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ دو ملتی جلتی یعنی مماثل چیزوں میں بھی کوئی نہ کوئی فرق ضرور نکل آتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مماثلت رکھنے والی دو چیزوں میں فرق معلوم کرنے کے لئے ان میں عدمِ مماثلت رکھنے والی باتوں کا پتا چلایا جائے۔ اس کی مثال دو جڑواں بہنوں سے دی جا سکتی ہے کہ گہری مشابہت و مماثلت کی بنا پر دیکھنے والا ان میں امتیاز نہیں کر پاتا لیکن ان کی ماں سے پوچھا جائے تو وہ آپ کو سینکڑوں مختلف چیزیں بتائے گی اور کہے گی کہ یہ دونوں ایک جیسی ہرگز نہیں۔ پس اگر صرف مماثلت کو پیشِ نظر رکھا جائے تو اس سے ذہنی انتشار جنم لے گا۔ اس لئے ان چیزوں پر بھی نظر رکھنا ضروری ہے جو عدمِ مماثلت رکھتی ہیں۔ اس طرح فکری و ذہنی خلجان سے بچا جا سکتا ہے۔

جڑواں بہنوں کی مثال کو مدِنظر رکھیں تو ماں ان کے درمیان فرق بتاتے ہوئے کہتی ہے کہ ان میں وجہِ امتیاز ان کی آنکھیں ہیں۔ ایک کی آنکھیں بڑی اور دوسری کی چھوٹی ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے دانتوں کی ساخت میں بھی فرق ہے۔ ان کی عادات بھی ایک جیسی نہیں۔ ایک زیادہ چالاک ہے اور دوسری سادہ مزاج وغیرہ۔ پس اگر آپ دو علیحدہ وجود رکھنے والی حقیقتوں اور اکائیوں میں موجود عدم مماثلت رکھنے والے پہلوؤں سے آگاہ ہیں تو آپ کو ان کے درمیان پایا جانے والا فرق معلوم ہو جائے گا۔ جب تک آپ چیزوں کے امتیازی تشخص کو نہیں جانیں گے آپ کسی چیز کی تخصیص حتمی طور پر نہیں کر سکتے۔ اس لئے کسی چیز کی صحت اور عدمِ صحت کی حدود اور اس کے درست اور نادرست ہونے کے فرق کو جاننے کیلئے چیزوں کی حدود اور ممانعت کو جاننا ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر آپ کسی چیز کی تخصیص نہیں کر سکتے۔

توحید اور شرک میں بُعد المشرقین

توحید اور شرک دونوں میں بُعد المشرقین ہے۔ توحید ایک سمت میں ہے تو شرک اس کی دوسری سمت میں ہے۔ اگر کوئی توحید کی مخالف سمت میں جائے گا تبھی وہ شرک کا مرتکب ہوگا۔ یہ بڑا اہم نکتہ ہے کہ کسی چیز کو شرک Declare کرنے سے پہلے یہ تعیّن کرنا لازمی ہے کہ توحید کے کس Article، ضابطے اور درجے کی نفی ہوئی ہے۔ بدقسمتی سے بعض لوگ شریعت کا یہ بنیادی تقاضا سمجھے بغیر بے دریغ شرک کا فتویٰ صادر کرتے رہتے ہیں اور اپنی فتویٰ بازی سے لوگوں کو مشرک کہنے سے ذرہ بھر نہیں ہچکچاتے۔ وہ ایک طرح سے توحید پر اجارہ داری قائم کر لیتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ شرک کوئی عمومی نہیں بلکہ خصوصی تصور (Specific Concept) ہے۔ شرک محض گناہ، بدعقیدگی اور غلط بات نہیں بلکہ کفر کا ارتکاب ہے، حتیٰ کہ بدعت کو بھی شرک کے زمرے میں نہیں رکھا جا سکتا۔ اگر کوئی چیز حرام ہے تب بھی آپ اسے شرک نہیں کہہ سکتے۔ شرک ہونے کے لئے لازمی ہے کہ وہ صریحاً عقیدۂ توحید کی نفی ہو۔ شرک کا مرتکب محض حرام و ناجائز کا مرتکب نہیں ہوتا بلکہ یکسر ایمان سے خارج اور کافر ہو جاتا ہے۔ شرک کا معاملہ انتہائی گھمبیر

اور پیچیدہ ہے۔ اسے کبھی عمومی اور معمولی انداز سے نہیں لینا چاہیے ورنہ خود عقیدۂ توحید مذاق اور کھیل بن جائے گا۔

توحید و شرک کی متقابل اقسام کا یہ اجمالی تعارف تھا، ان متقابل اقسام کا تفصیلی مطالعہ ہماری تصنیف ''کتاب التوحید (جلد اوّل)'' میں ملاحظہ کریں۔

www.MinhajBooks.com

مآخذ و مراجع

۱۔ **القرآن الحکیم**۔

۲۔ **ابن منظور افریقی**، امام العلامۃ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور المصری (۷۱۱ھ)۔ **لسان العرب**۔ بیروت، لبنان: دار صادر۔

۳۔ **ابو الحسن اشعری**، علی بن اسماعیل بن اسحاق (۲۶۰۔۳۲۴ھ/ ۸۱۷۔۸۸۹ء) ۔**الابانۃ عن أصول الدیانۃ**۔ بیروت، لبنان: دار ابن حزم، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء۔

۴۔ **تفتازانی**، سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ (۷۱۲۔۷۹۱ھ/۱۳۱۲۔۱۳۸۹ء)۔ **شرح العقائد النسفیۃ**۔ کراچی، پاکستان: مکتبہ خیر کثیر۔

۵۔ شاہ ولی اللہ، محدث دہلوی (م: ۱۱۷۶ھ)، **الفوز الکبیر**،

۶۔ **طحاوی**، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ (۲۲۹۔۳۲۱ھ/ ۸۵۳۔۹۳۳ء)۔ **العقیدۃ الطحاویۃ**۔ بیروت، لبنان: مرکز الخدمات والأبحاث الثقافیہ، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء۔

۷۔ **غزالی**، حجۃ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی (۵۰۵ھ)۔ **قواعد العقائد**۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء۔

۸۔ **مسلم**، ابن الحجاج قشیری (۲۰۶۔ ۲۶۱ھ/ ۸۲۱۔۸۷۵ء)۔ **الصحیح**۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

۹۔ **نسفی**، عمر بن محمد نسفی (۵۳۷ھ) ۔**العقیدۃ النسفیۃ**۔ بیروت، لبنان، مرکز الخدمات والأبحاث الثقافیہ، ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء۔